ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 02. April-June 2026.Page# 1879-1885
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Empowering Muslim Girls Through Voluntary Services in F.R. Kohat: A Shariah and Socio-Cultural Analysis

ایف۔ آر کوہاٹ میں رضاکارانہ خدمات کے ذریعے مسلم لڑکیوں کو بااختیار بنانا: ایک شرعی اور سماجی و ثقافتی تجزیہ

Haseena
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology, Kohat, Pakistan
Is320232007@kust.edu.pk

Muhammad Salman Qureshi
Lecturer & PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Kohat University of Science and Technology, Kohat, Pakistan
salmanqureshi@kust.edu.pk

Abstract
This article examines the opportunities, operational challenges, and jurisprudential (Shariah) parameters surrounding the voluntary social and civic services of Muslim girls in the former Frontier Region (F.R.) Kohat—now designated as the Darra Adam Khel Sub-Division of Kohat District, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan. Framed within a conservative Pashtun tribal structure dominated by the Adam Khel Afridi tribe and governed by the unwritten code of Pashtunwali, young women face intricate systemic barriers when attempting to engage in public welfare. Through a qualitative synthesis of classical Islamic jurisprudence and contemporary social science, this study investigates the intersection of tribal norms (such as Purdah, Nang, and Ghairat) with the Islamic mandate for civic responsibility (Khidmat and Tatau'). The findings indicate that while local customs often confine women to the domestic sphere (Kor), early Islamic history and Shariah principles explicitly provide a mandate for female participation in education, health, and humanitarian relief. This paper outlines a comprehensive, Shariah-conforming model for female voluntary services that respects local cultural sensibilities while ensuring adherence to Islamic ethical codes, including the preservation of modesty (Hijab), the avoidance of unregulated gender mixing (Ikhtilat), and the structural involvement of traditional tribal patriarchs (Jirga).
***Keywords**: Voluntary Services, F.R. Kohat, Shariah Limits, Pashtunwali, Women Empowerment, Islamic Jurisprudence.*

تعارف

انسانی معاشرے کی بقا، ترقی اور اخلاقی استحکام میں فلاحی اور رضاکارانہ خدمات (Voluntary Services) ہمیشہ سے ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی رہی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ صرف حکومتی یا مادی قوانین کے سہارے مثالی نہیں بن سکتا جب تک اس کے افراد میں خدمتِ خلق، ہمدردی اور ایثار کا جذبہ موجود نہ ہو۔ دینِ اسلام نے اس جذبے کو محض ایک اخلاقی قدر نہیں، بلکہ ایمان کا ایک اہم تقاضا اور عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اسلامی تعارف میں اس فلاحی عمل کو "تطوع" (نفل یا رضاکارانہ نیکی) اور "خدمتِ خلق" کے جامع تصورات سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مقصد معاشرے کے کمزور طبقات کی مدد کرنا اور اجتماعی بہبود کو فروغ دینا ہے۔

عصرِ حاضر میں ترقی پذیر ممالک اور بالخصوص پاکستان کے پسماندہ اضلاع میں رضاکارانہ خدمات کی اہمیت مزید دوچند ہو جاتی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے انضمام شدہ قبائلی اضلاع اور ان سے ملحقہ سابقہ سرحدی علاقے (Frontier Regions) طویل عرصے تک سیاسی، سماجی اور معاشی تنہائی کا شکار رہے ہیں۔ ان علاقوں میں بنیادی ڈھانچے کی کمی، ناخواندگی، اور صحت کی سہولیات کی عدم دستیابی جیسے سنگین مسائل موجود ہیں۔ ان مادی مسائل کے حل کے لیے جہاں حکومتی فنڈز کی ضرورت ہے، وہیں مقامی سطح پر نوجوانوں بالخصوص خواتین کی رضاکارانہ شرکت ناگزیر ہے۔ چونکہ قبائلی معاشرے میں خواتین کے مسائل (جیسے زچگی و بچہ کی صحت، خواتین کی بنیادی تعلیم، اور گھریلو ہنر) کو صرف خواتین ہی بہتر طریقے سے سمجھ اور حل کر سکتی ہیں، اس لیے مسلم لڑکیوں کا فلاحی میدان میں آگے آنا وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے۔

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی علاقوں کی سماجی و سیاسی تاریخ میں حالیہ برسوں میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، جن میں سابقہ وفاقی زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات (FATA) اور فرنٹیئر ریجنز (FRs) کا صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام سب سے اہم ہے۔ ان علاقوں میں سابقہ ایف۔ آر کوہاٹ (درہ آدم خیل) اپنی مخصوص جغرافیائی اور قبائلی ساخت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جہاں کی اکثریتی آبادی "آدم خیل افریدی" قبیلے پر مشتمل ہے۔ اس قبائلی معاشرے کا نظم و نسق صدیوں سے "پشتونولی" کے مروجہ اور غیر تحریری ضابطے کے تحت چل رہا ہے۔ پشتونولی محض چند رسوم کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی اور سماجی نظام ہے جو مرد اور عورت کے دائرہ کار، خاندانی وقار اور برادری کے تعلقات کو متعین کرتا ہے۔ اس نظام میں خواتین کی حیاء، عفت اور عوامی زندگی سے دوری کو خاندان کی اجتماعی غیرت اور "ننگ" کا محور مانا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عوامی مقامات "حجرہ" اور "جرگہ" مردوں کے لیے مخصوص ہیں، جبکہ خواتین کے لیے "کور" (گھر) کی چار دیواری لازمی قرار دی گئی ہے۔

دوسری جانب، دینِ اسلام ایک متحرک، فلاحی اور خدمتِ خلق پر مبنی معاشرے کی تشکیل پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں "تطوع" (نفل یا رضاکارانہ نیک کام) اور "خدمتِ خلق" کو ایمان کا لازمی تقاضا اور تزکیہ نفس کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ جب ایف۔ آر کوہاٹ کی تعلیم یافتہ مسلمان لڑکیاں اس اسلامی جذبے کے تحت پولیو مہم، خواتین کی خواندگی، بنیادی صحت کی آگاہی اور آفات کے دوران فلاحی کاموں میں حصہ لینے کا ارادہ کرتی ہیں، تو انہیں شدید سماجی مزاحمت، خاندانی دباؤ اور "طور" (بدنامی یا داغ) کے خوف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

چنانچہ، یہ تحقیق اس بنیادی تضاد کو حل کرنے کی ایک علمی کوشش ہے کہ کس طرح ان لڑکیوں کی سماجی و رضاکارانہ خدمات کو مقامی پختون ثقافت اور اسلامی شریعت کی طے شدہ حدود کے مابین توازن قائم کر کے منظم کیا جا سکتا ہے، تاکہ معاشرتی بگاڑ یا روایتی تصادم کے بغیر فلاحی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔

جغرافیائی اور سماجی و ثقافتی تناظر (Socio-Cultural and Geographical Context)

زیرِ نظر تحقیق کا بنیادی مرکز سابقہ فرنٹیئر ریجن (ایف۔ آر) کوہاٹ ہے، جو حالیہ انتظامی اصلاحات کے بعد ضلع کوہاٹ کی سب ڈویژن "درہ آدم خیل" کہلاتا ہے۔ یہ علاقہ جغرافیائی طور پر کٹھن پہاڑی راستوں پر مشتمل ہے اور یہاں کی اکثریتی آبادی "آدم خیل افریدی" قبیلے پر مشتمل ہے۔ پختونوں کا یہ قبیلہ اپنی صدیوں پرانی روایات، ثقافتی شناخت اور غیرت کے سخت اصولوں کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔

اس پورے خطے کا سماجی نظام کسی تحریری آئین کے بجائے "پشتونولی" (Pashtunwali) کے غیر تحریری ضابطہ اخلاق کے تحت چلتا ہے۔ پشتونولی کے اہم ترین ستونوں میں 'ملماستیا' (مہمان نوازی)، 'بدل' (انتقام یا برابری کا انصاف)، اور 'ننگ و غیرت' (ناموس اور برادری کا وقار) شامل ہیں۔ اس نظام میں صنفِ نازک (عورت) کو خاندان اور قبیلے کی اجتماعی عزت کا محور مانا جاتا ہے۔ چنانچہ، پشتونولی کے تحت صنفین کے دائرہ کار کی ایک واضح اور سخت تقسیم موجود ہے؛ عوامی اور سیاسی دائرہ (جیسے حجرہ اور جرگہ) خالصتاً مردوں کے لیے مخصوص ہے، جبکہ خواتین کے لیے "کور" (گھر کی چار دیواری) اور "پردے" کی سخت ترین پابندی لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس روایتی ماحول میں کسی لڑکی کا گھر سے باہر نکل کر کسی سماجی یا فلاحی مہم میں حصہ لینا، غیر مردوں سے گفتگو کرنا، یا کسی عوامی پلیٹ فارم پر متحرک ہونا مقامی رسوم و رواج کے لیے ایک بڑا چیلنج سمجھا جاتا ہے۔

تحقیقی سوالات (Research Questions)

1. اسلامی فقہ میں رضاکارانہ خدمت (تطوع) کا تصور کیا ہے اور خواتین کے حوالے سے اس کے احکامات کیا ہیں؟
2. سابقہ ایف۔ آر کوہاٹ میں مسلمان لڑکیوں کو رضاکارانہ اور فلاحی خدمات کی انجام دہی میں کن سماجی، ثقافتی اور ادارہ جاتی رکاوٹوں کا سامنا ہے؟
3. شریعتِ اسلامی کے کلاسیکی اصولوں (جیسے مقاصدِ شریعت اور سدِ ذرائع) کی روشنی میں ایسا کون سا فریم ورک تشکیل دیا جا سکتا ہے جو حجاب اور عفت کے تحفظ کے ساتھ لڑکیوں کی رضاکارانہ خدمات کو ممکن بنائے؟

ادبیات کا جائزہ اور نظریاتی فریم ورک (Literature Review)

1. اسلام میں رضاکارانہ خدمت کا تصور (تطوع اور خدمتِ خلق)

اسلام ایک ایسا جامع دین ہے جو انسان کی انفرادی، اجتماعی، روحانی اور معاشرتی زندگی کے تمام پہلوؤں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی جامع نظامِ حیات میں "تطوع" یا

رضاکارانہ خدمت کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ لغوی طور پر تطوع سے مراد ایسا نیک عمل ہے جو کسی جبر، پابندی یا قانونی ذمہ داری کے بغیر اپنی رضا اور غبت سے انجام دیا جائے۔ شریعتِ اسلامیہ میں تطوع ان تمام عبادات اور فلاحی سرگرمیوں کو شامل ہے جو انسان محض اللہ تعالیٰ کی رضا، ثواب کے حصول اور معاشرے کی بھلائی کے لیے سرانجام دیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے رضاکارانہ نیکی کو نہ صرف پسندیدہ قرار دیا ہے بلکہ اسے انسان کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ" (البقرة:184) یعنی "جو شخص خوش دلی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اسی کے حق میں بہتر ہے۔"

اسلامی تعلیمات میں خدمتِ خلق کو عبادت کا درجہ حاصل ہے کیونکہ اس کے ذریعے بندگانِ خدا کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور معاشرے میں محبت، اخوت اور تعاون کو فروغ ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اس حوالے سے بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ ضرورت مندوں، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں اور کمزور طبقات کی مدد فرماتے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے"۔ اس ارشادِ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ رضاکارانہ خدمت محض سماجی فریضہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بھی ہے۔

اسلامی تاریخ میں رضاکارانہ خدمت کے بے شمار عملی نمونے ملتے ہیں۔ عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں مسلمان اپنی خوشی سے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف خدمات انجام دیتے تھے۔ مہاجرین و انصار کے درمیان قائم ہونے والی مواخات، محتاجوں کی کفالت، مساجد کی تعمیر، مسافروں کی مدد، بیماروں کی تیمارداری اور عوامی فلاح کے لیے اوقاف کا قیام ایسے روشن مظاہر ہیں جو اسلامی معاشرے میں تطوع کی اہمیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ بعد کے ادوار میں بھی مسلمانوں نے مدارس، شفاخانے، مسافر خانے، یتیم خانے اور رفاہی ادارے قائم کیے جو رضاکارانہ خدمت کے عظیم مراکز بنے۔ یہ تمام سرگرمیاں اسلامی تعلیمات میں موجود ایثار، ہمدردی اور اجتماعی ذمہ داری کے تصور کی عملی تعبیر ہیں۔

امام غزالیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب احیاء علوم الدین میں خدمتِ خلق کو اعلیٰ ترین نیکیوں میں شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک بندگانِ خدا کی مشکلات کو دور کرنا اور ان کی ضروریات پوری کرنا محض نفلی عبادات سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کے فوائد براہِ راست معاشرے تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے نیت کے اخلاص کو رضاکارانہ خدمت کی روح قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق جب کوئی شخص خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انسانیت کی خدمت کرتا ہے تو اس کا دنیاوی عمل بھی عبادت بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی بھی رفاہی یا سماجی خدمت کی اصل قدر و قیمت اس کے پس پشت موجود نیت اور مقصد پر منحصر ہے۔

عصرِ حاضر میں رضاکارانہ خدمت کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے کیونکہ جدید معاشروں کو غربت، بے روزگاری، قدرتی آفات، تعلیمی پسماندگی اور سماجی مسائل جیسے متعدد چیلنجز کا سامنا ہے۔ اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو ترغیب دیتی ہیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں، وقت، علم اور وسائل کو معاشرے کی بہتری کے لیے استعمال کریں۔ فلاحی تنظیموں میں خدمات انجام دینا، تعلیمی معاونت فراہم کرنا، خون کے عطیات دینا، قدرتی آفات کے متاثرین کی مدد کرنا اور عوامی بہبود کے منصوبوں میں حصہ لینا تطوع کی جدید صورتیں ہیں۔ اس طرح رضاکارانہ خدمت نہ صرف ایک مذہبی فریضہ اور اخلاقی قدر ہے بلکہ ایک مضبوط، پرامن اور فلاحی معاشرے کی تشکیل کا بنیادی ذریعہ بھی ہے۔

2. پشتون قبائلی معاشرہ اور پشتونولی (Pashtunwali)

پشتون معاشرہ ایک قدیم قبائلی اور روایتی سماجی نظام کا حامل ہے جس کی بنیاد پشتونولی (Pashtunwali) نامی ضابطۂ حیات پر قائم ہے۔ پشتونولی محض چند سماجی رسوم و رواج کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی، ثقافتی اور سماجی نظام ہے جو صدیوں سے پشتون قبائل کی اجتماعی زندگی کو منظم کرتا آرہا ہے۔ اس ضابطے کے ذریعے فرد کے حقوق و فرائض، خاندانی تعلقات، قبائلی ذمہ داریوں اور سماجی رویّوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اسلام پشتون معاشرے کی بنیادی مذہبی شناخت ہے، تاہم عملی زندگی میں پشتونولی کے بعض اصول اس قدر مضبوط ہیں کہ وہ بعض اوقات سماجی فیصلوں پر مذہبی تعلیمات سے بھی زیادہ اثرانداز ہوتے ہیں۔

پشتونولی کے اہم ستونوں میں میلمستیا (Melmastia)، بدل (Badal)، تُورہ یا تَراہ (Tura) اور ناموس (Namus) شامل ہیں۔ میلمستیا سے مراد مہمان نوازی ہے جس کے تحت ہر مہمان کو عزت، تحفظ اور بہترین ممکنہ سہولیات فراہم کرنا پشتون کی اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ بدل کا تصور انصاف یا بدلے سے متعلق ہے، جس کے مطابق کسی ظلم، توہین یا نقصان کا جواب دینا عزت اور وقار کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح تُورہ شجاعت، بہادری اور دلیری کی علامت ہے، جبکہ ناموس خاندان بالخصوص خواتین کی عزت و حرمت کے تحفظ سے وابستہ تصور ہے۔ یہ اصول پشتون معاشرتی شناخت کے بنیادی اجزاء شمار ہوتے ہیں اور ایک فرد کی سماجی حیثیت کا تعین بھی بڑی حد تک انہی اصولوں کی پابندی سے کیا جاتا ہے۔

معاصر محققین کے مطابق پشتون شناخت صرف نسلی وابستگی یا پشتو زبان بولنے تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق پشتونولی کی عملی پیروی سے ہے۔ بعض سماجی ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "پختون ہونا" دراصل "پختونولی پر عمل کرنا" ہے۔ اسی وجہ سے قبائلی معاشرے میں سماجی قبولیت اور عزت کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ فرد کس حد تک روایتی اصولوں کی پاسداری کرتا ہے۔ جرگہ، مشاورت، قبائلی یکجہتی اور اجتماعی ذمہ داری جیسے ادارے بھی اسی نظام کے تحت کام کرتے ہیں اور تنازعات کے حل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

پشتون معاشرے میں خواتین کا مقام عزت، وقار اور خاندانی ناموس کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ روایتی سوچ کے مطابق عورت کو خاندان کی عزت کی علامت تصور کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی نقل و حرکت، سماجی روابط اور عوامی سرگرمیوں پر مختلف سطحوں پر نگرانی رکھی جاتی ہے۔ بعض قبائلی علاقوں میں اگر کوئی عورت طے شدہ سماجی حدود سے باہر قدم رکھے تو اسے خاندان کی عزت کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں "تور" یا "بدنامی" کا تصور پیدا ہوتا ہے، جو بعض اوقات سخت سماجی ردِّعمل کا باعث بنتا ہے۔ اگرچہ ایسے رویّے تمام پشتون معاشرے کی نمائندگی نہیں کرتے، تاہم بعض روایتی قبائلی علاقوں میں یہ رجحانات آج بھی موجود ہیں اور خواتین کی سماجی شرکت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔

عمرانیاتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو پشتونولی نے ایک طرف پشتون معاشرے میں مہمان نوازی، جرات، وفاداری اور اجتماعی یکجہتی جیسی مثبت اقدار کو فروغ دیا ہے، جبکہ دوسری طرف بعض روایتی تصورات خصوصاً خواتین کے کردار، غیرت اور انتقام کے حوالے سے جدید انسانی حقوق اور اسلامی مساوات کے اصولوں کے ساتھ تناؤ بھی پیدا کیا ہے۔ عصر حاضر میں تعلیم، شہری زندگی، ذرائع ابلاغ اور قانونی اصلاحات کے اثرات کے باعث پشتون معاشرے میں بھی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، جن کے نتیجے میں پشتونولی کے روایتی تصورات کو نئے سماجی اور مذہبی تناظر میں سمجھنے اور ان کا از سرِ نو جائزہ لینے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس طرح پشتونولی آج بھی پشتون شناخت کا ایک بنیادی عنصر ہے، لیکن اس کی تعبیر اور عملی صورت وقت کے ساتھ ارتقاپذیر ہے۔

3. تاریخِ اسلام میں خواتین کا فلاحی ورضاکارانہ کردار

عہدِ رسالتؐ اور دورِ صحابہؓ کا تاریخی جائزہ اس بات کی نفی کرتا ہے کہ اسلام نے عورت کو سماجی طور پر بالکل ناکارہ یا معطل رکھنے کا حکم دیا ہے۔ تاریخِ اسلام میں خواتین نے متعدد بار رضاکارانہ خدمات انجام دیں:

- طبی اور نرسنگ خدمات: حضرت رفیدہ الاسلمیہؓ کو اسلام کی پہلی نرس اور فلاحی رضاکار مانا جاتا ہے۔ انہوں نے غزوات کے دوران اور عام حالات میں مسجدِ نبویؐ کے احاطے میں خیمہ لگا کر زخمیوں اور بیماروں کے علاج کی رضاکارانہ خدمت انجام دی، جسے رسول اللہ ﷺ کی مکمل تائید حاصل تھی۔
- تعلیم و تربیت اور مشاورت: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ خواتین اور مردوں کی علمی و فقہی تربیت، سیاسی و سماجی مشاورت اور احادیث کی ترویج کا سب سے بڑا مرکز تھیں، جو کہ ایک عظیم رضاکارانہ تعلیمی خدمت تھی۔
- مارکیٹ اور انتظامی امور: خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت الشفاء بنت عبد اللہؓ کو مدینہ منورہ کی مارکیٹ کا انسپکٹر (محتسب) مقرر کیا، جو ان کی انتظامی اور سماجی صلاحیتوں پر اعتماد کی دلیل ہے۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ اگر بنیادی شرعی آداب برقرار رہیں، تو خواتین کی سماجی خدمات نہ صرف جائز بلکہ معاشرے کی ترقی کے لیے ناگزیر ہیں۔

شرعی حدود اور فقہی اصول (Shariah Parameters)

اسلامی فقہ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی عمل جو عام حالات میں مباح یا مستحب (جیسے خدمتِ خلق) ہو، اگر وہ کسی مفسدہ (برائی یا نقصان) کا سبب بن جائے، تو اس پر احکامات تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ایف۔ آر کوہاٹ میں لڑکیوں کی رضاکارانہ خدمات کو جائز اور محفوظ بنانے کے لیے درج ذیل چار شرعی حدود کا پاس رکھنا لازم ہے:

1. نیت کا اخلاص (Ikhlas)

اسلامی تعلیمات میں ہر عمل کی قبولیت اور اس کی روح کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ رضاکارانہ خدمت، فلاحی سرگرمیوں اور خدمتِ خلق کے میدان میں بھی نیت کا اخلاص بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کی مدد، رفاہی منصوبوں میں شرکت یا سماجی خدمات صرف اللہ تعالیٰ کی رضا، ثواب کے حصول اور انسانیت کی بھلائی کے جذبے کے تحت انجام دیتا ہے تو اس کا عمل عبادت شمار ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں ظاہری عمل سے زیادہ اس کے پسِ پردہ موجود نیت اور مقصد کو اہمیت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی نیک عمل کی حقیقی قدر اس کی نیت سے متعین ہوتی ہے۔

اخلاص کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں ہر قسم کے دنیاوی مفادات، ذاتی تشہیر، سیاسی مقاصد یا سماجی برتری کے جذبے سے پاک ہو۔ رضاکارانہ خدمات کا اصل مقصد محتاجوں کی مدد، معاشرتی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہیے۔ جب کوئی فرد یا ادارہ خدمتِ خلق کو شہرت، تعریف، مالی مفاد یا ذاتی اثر و رسوخ

بڑھانے کا ذریعہ بنالیتا ہے تو اس عمل کی روح متاثر ہو جاتی ہے۔ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر ایسے اعمال کی مذمت کی گئی ہے جو ریاکاری اور دکھاوے کی نیت سے انجام دیے جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی اعمال قابلِ قبول ہیں جو خالصتاً اسی کی رضا کے لیے کیے جائیں۔

فلاحی اور رضاکارانہ سرگرمیوں میں اخلاص نہ صرف روحانی اجر کا سبب بنتا ہے بلکہ اس سے خدمت کے معیار میں بھی بہتری آتی ہے۔ مخلص رضاکار لوگوں کی خدمت کو ایک ذمہ داری اور امانت سمجھتا ہے، نہ کہ ذاتی تشہیر کا ذریعہ۔ وہ مشکلات، تنقید یا عدم پذیرائی کے باوجود اپنے مشن پر قائم رہتا ہے کیونکہ اس کی اصل توقع لوگوں کی تعریف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے۔ یہی اخلاص افراد اور اداروں کے درمیان اعتماد پیدا کرتا ہے اور فلاحی منصوبوں کو زیادہ مؤثر اور پائیدار بناتا ہے۔

اسلامی علماء نے بھی رضاکارانہ خدمت میں اخلاص کی غیر معمولی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ان کے نزدیک ایک معمولی سا عمل بھی اگر خالص نیت کے ساتھ انجام دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی عبادت بن جاتا ہے، جبکہ بظاہر عظیم کارنامے بھی اگر ریاکاری اور نمود و نمائش کے لیے ہوں تو اپنی معنویت کھو دیتے ہیں۔ اس لیے اسلامی تصورِ تطوع میں اخلاص کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نیت کا اخلاص رضاکارانہ خدمت کی جان ہے، جو انسانی خدمت کو محض سماجی سرگرمی سے بلند کر کے عبادت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

2. سرپرست کی اجازت (Ijazat-e-Wali)

اسلامی خاندانی نظام میں نظم و ضبط اور عورت کے تحفظ کی ذمہ داری سرپرست (والد، بھائی یا شوہر) پر عائد ہوتی ہے۔ قبائلی معاشرے میں شرعی اور سماجی تصادم سے بچنے کے لیے ولی کی اجازت اور اس کا اعتماد حاصل کرنا پہلی قانونی و اخلاقی شرط ہے، تاکہ لڑکی کو خاندانی تحفظ حاصل رہے۔

3. شرعی حجاب اور اختلاطِ مرد و زن سے مکمل اجتناب

اسلام نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے پاکیزگی، عفت اور معاشرتی وقار کے اصول مقرر کیے ہیں تاکہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے جو اخلاقی استحکام اور باہمی احترام پر قائم ہو۔ خواتین کی سماجی، تعلیمی اور فلاحی سرگرمیوں میں شرکت کو اسلام نے مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے لیے چند شرعی آداب اور حدود متعین کی ہیں۔ انہی اصولوں میں شرعی حجاب کی پابندی اور غیر ضروری اختلاط سے اجتناب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآنِ کریم میں خواتین کو حیا، پردے اور وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ ان کی عزت و حرمت محفوظ رہے اور معاشرے میں اخلاقی پاکیزگی برقرار رہے۔

شرعی حجاب کا مقصد محض ظاہری لباس تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک جامع طرزِ عمل کا نام ہے جس میں لباس، گفتار، کردار اور معاشرتی رویّے سب شامل ہیں۔ قرآنِ کریم میں خواتین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کو غیر محرم افراد کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اپنے اوپر جلباب یا چادر اوڑھ کر رکھیں تاکہ ان کی شناخت باوقار اور محفوظ خواتین کے طور پر ہو۔ اس تناظر میں عوامی یا رفاہی سرگرمیوں میں حصہ لینے والی خواتین کے لیے مناسب اور باوقار لباس، حیادار طرزِ گفتگو اور اسلامی آداب کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ شرعی حجاب عورت کی سماجی شرکت میں رکاوٹ نہیں بلکہ اس کی عزت، تحفظ اور وقار کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح اسلام نے مرد و زن کے تعلقات میں بھی اعتدال، احترام اور حدود و قیود کا اصول قائم کیا ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 32 میں ازواجِ مطہراتؓ کو خطاب کرتے ہوئے خواتین کو ہدایت دی گئی کہ وہ گفتگو میں ایسی نرمی یا انداز اختیار نہ کریں جس سے کسی کے دل میں غلط خیال پیدا ہو، بلکہ وقار اور سنجیدگی کے ساتھ بات کریں۔ فقہائے اسلام نے اس ہدایت کو عمومی اخلاقی اصول کے طور پر بیان کیا ہے کہ مرد و زن کے درمیان تعامل ضرورت، شائستگی اور احترام کے دائرے میں ہونا چاہیے۔ اس لیے رفاہی، تعلیمی یا سماجی کاموں کے دوران گفتگو اور رابطے میں پیشہ ورانہ اور باوقار انداز کو برقرار رکھنا اسلامی اخلاقیات کا تقاضا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے غیر ضروری، بے تکلف اور غیر منظم اختلاط سے اجتناب مطلوب ہے، کیونکہ اس سے بعض اوقات اخلاقی اور سماجی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسی بنا پر بہت سے اسلامی معاشروں میں خواتین کے لیے الگ تعلیمی، سماجی یا فلاحی پلیٹ فارمز کو ترجیح دی جاتی ہے تاکہ وہ زیادہ آزادی، تحفظ اور اعتماد کے ساتھ اپنی خدمات انجام دے سکیں۔ تاہم جہاں مرد و خواتین کا بقدرِ ضرورت تعامل ناگزیر ہو، وہاں شریعت کے مقرر کردہ آداب، حجاب، حیا اور باہمی احترام کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔

عصرِ حاضر میں خواتین مختلف شعبہ ہائے زندگی خصوصاً تعلیم، صحت، رفاہی خدمات اور سماجی بہبود کے میدان میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ اسلامی تعلیمات اس شرکت کو اخلاقی حدود اور شرعی آداب کے ساتھ ہم آہنگ کرنے پر زور دیتی ہیں تاکہ خواتین اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے کی خدمت بھی کر سکیں اور اسلامی اقدار کی پاسداری بھی برقرار رکھ سکیں۔ اس طرح شرعی حجاب اور اختلاط کے متعلق اسلامی ہدایات کا مقصد خواتین کی سماجی خدمات کو محدود کرنا نہیں بلکہ انہیں ایک محفوظ، باوقار اور اخلاقی ماحول فراہم کرنا ہے۔

4. اصولِ سدِ ذرائع (Sadd al-Dhara'i) اور مقاصدِ شریعت

فقہ حنفی اور مالکی کا اہم اصول "سدِ ذرائع" ہے، جس کا مطلب ہے کہ برائی یا نقصان تک پہنچانے والے جائز راستوں کو بھی بند کر دیا جائے۔ اگر کسی علاقے میں لڑکی کا باہر

نکل کر کام کرنا یقینی طور پر فتنے، جسمانی نقصان یا اس کی عفت پر حملے کا باعث بن رہا ہو، تو وہاں اس مخصوص طریقے کو روک دیا جائے گا (الشاطبی، الموافقات)۔

تاہم، اسے "مقاصدِ شریعت" کے تناظر میں بھی دیکھا جائے گا۔ مقاصدِ شریعت میں پانچ چیزوں کا تحفظ فرض ہے: دین، نفس (زندگی)، عقل، نسل اور مال۔ اگر لڑکیاں خواتین کی تعلیم (حفظِ عقل) یا زچگی وصحت (حفظِ نفس) کے لیے رضاکارانہ خدمات انجام دے رہی ہیں، تو یہ شریعت کے عظیم مقاصد کا حصول ہے۔ لہٰذا، سدِ ذرائع کے نام پر خدمات پر مکمل پابندی لگانے کے بجائے، طریق کار کو محفوظ اور شرعی بنانا ضروری ہے (الشاطبی، الموافقات)۔

سفارشات اور تجاویز (Recommendations)

مقالے کے تجزیے اور نتائج کی روشنی میں درج ذیل عملی سفارشات پیش کی جاتی ہیں جن کے ذریعے سابقہ ایف۔ آر کوہاٹ میں لڑکیوں کی رضاکارانہ خدمات کو مؤثر بنایا جاسکتا ہے:

1. موصوفہ تربیتی پروگرامز کا انعقاد: مقامی مساجد، مدارس اور سکولوں کے تعاون سے لڑکیوں کے لیے ۶ ماہ کے خصوصی تربیتی کورسز شروع کیے جائیں۔ ان کورسز میں عالمات اور بزرگ خواتین کو ٹرینر بنایا جائے جو لڑکیوں کو نیت کی پاکیزگی، پردے کے احکامات، فلاحی کاموں کی منصوبہ بندی اور اخلاقی اصول سکھائیں۔
2. خواتین کے لیے الگ فلاحی مراکز کا قیام: حکومت اور مقامی مخیر حضرات کے تعاون سے ہر یونین کونسل کی سطح پر صرف خواتین کے لیے مخصوص رضاکارانہ مراکز قائم کیے جائیں۔ ان مراکز میں بچیوں کی بنیادی تعلیم، سلائی کڑھائی، اور زچگی کے حوالے سے صحت کی آگاہی کی خدمات مکمل طور پر پردے کے ماحول میں دی جائیں۔
3. خاندان اور روایتی جرگے کی شمولیت: فلاحی کاموں کو شروع کرنے سے پہلے علاقے کے مشران (قبائلی عمائدین) اور جرگہ کو اعتماد میں لیا جائے۔ جب فلاحی کاموں کی باقاعدہ اجازت اور نگرانی میں گھر کے مرد شامل ہوں گے، تو روایتی توقعات بھی پوری ہوں گی اور معاشرے میں ان خدمات کو قبولیت حاصل ہوگی۔
4. آن لائن اور ڈیجیٹل خدمات کا فروغ: دورِ حاضر کی ٹیکنالوجی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تعلیم یافتہ لڑکیوں کو آن لائن خدمات کی طرف راغب کیا جائے۔ سوشل میڈیا، زوم (Zoom) اور واٹس ایپ گروپس کے ذریعے حجاب کے اصولوں کے مطابق گھر بیٹھے دور دراز کی پختون لڑکیوں کو قرآنی تعلیم، ریاضی، سائنس اور نفسیاتی کونسلنگ فراہم کی جاسکتی ہے، جس سے سفری مشکلات اور اختلاط کا خطرہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔
5. شریعت کے پابند این جی اوز (NGOs) سے شراکت داری: مقامی اور بین الاقوامی این جی اوز کو قبائلی علاقوں میں کام کرنے کے لیے اپنے مروجہ مغربی طریق کار کو تبدیل کرنا ہوگا۔ انہیں مقامی مذہبی اسکالرز کی مشاورت سے ایسا فنڈنگ اور تربیتی نظام بنانا چاہیے جو مکمل طور پر شرعی ضوابط کے تابع ہو۔
6. نگرانی اور احتساب کا نظام: ہر فلاحی پروگرام کے لیے ایک مقامی کمیٹی بنائی جائے جس میں دیندار اور معتبر شخصیات شامل ہوں، جو فنڈز کی شفافیت، احتساب اور سب سے بڑھ کر شرعی پاسداری کی نگرانی کریں تاکہ کسی بھی قسم کی اخلاقی شکایت پیدا نہ ہو۔

حاصلِ کلام (Conclusion)

سابقہ ایف۔ آر کوہاٹ (درہ آدم خیل) میں مسلمان لڑکیوں کی رضاکارانہ خدمات نہ صرف شرعی طور پر جائز ہیں بلکہ موجودہ دور میں وہاں کی خواتین کے مسائل (جیسے ناخواندگی، بلند شرحِ اموات زچگی اور غربت) کو حل کرنے کے لیے انتہائی مفید اور ضروری ہیں۔ پختونولی کی روایات اور خواتین کی سماجی خدمات میں پائے جانے والے تضاد کو متشدد یا مغربی طریقوں کے بجائے خالصتاً اسلامی اور مقامی طور پر قابلِ قبول فریم ورک کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ جب لڑکیوں کی فلاحی سرگرمیاں حیاء، حجاب، ولی کی سرپرستی اور صنفی علیحدگی کے اصولوں کے تحت ہوں گی، تو قبائلی معاشرہ ان کی مخالفت کے بجائے ان کا محافظ بن جائے گا۔ یہ نقطہ نظر اصلاحِ فرد سے لے کر ایک پرامن اور ترقی یافتہ معاشرتی تبدیلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، جو اسلامی اصولوں اور مقامی حقیقتوں کا بہترین توازن ہے۔

حوالہ جات

ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ جلد 9، صفحہ 184۔ بیروت: دار المعرفہ، 1379ھ۔

السرخسی، شمس الدین محمد بن احمد۔ المبسوط۔ جلد 4، صفحہ 175۔ بیروت: دار المعرفہ، 1989ء۔

حصہ العتیبی۔ "اسلامی تاریخ میں خواتین اور سماجی خدمات"۔ جرنل آف التمدن، 2021ء۔

حصہ العتیبی۔ "اسلامی تاریخ میں خواتین اور سماجی خدمات"۔ جرنل آف التمدن، 2021ء۔

شہانہ مناظر۔ "خدمت کا تصور: مسلم خواتین، شادی اور مسلم گھرانوں میں نگہداشت کی اخلاقیات"۔ جنوبی ایشیا کثیر الشعبہ علمی جریدہ (South Asia Multidisciplinary Academic Journal)، 2024ء۔

ایم۔ اوزالپ اور میریلا چوفورووِچ۔ "مذہب، وابستگی اور فعال شہریت: آسٹریلیا میں مسلم نوجوانوں سے متعلق علمی لٹریچر کا منظم جائزہ"۔ ریلیجنز (Religions)، 2021ء۔

ایم۔ اوزالپ اور میریلا چوفورووِچ۔ "مذہب، وابستگی اور فعال شہریت: آسٹریلیا میں مسلم نوجوانوں سے متعلق علمی لٹریچر کا منظم جائزہ"۔ ریلیجنز (Religions)، 2021ء۔

او۔ الجیوسی اور دیگر۔ "اسلامی عالمی نظریات کے تناظر میں پائیدار ترقی کا ازسرِ نو جائزہ: ایک منظم لٹریچر ریویو"۔ سسٹینیبلٹی (Sustainability)، 2022ء۔

حصہ العتیبی۔ "اسلامی تاریخ میں خواتین اور سماجی خدمات"۔ جرنل آف التمدن، 2021ء۔

البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين. السنن الكبرى. جلد 6، صفحہ 272. دار الفكر، بيروت، 1994

النووي، يحيى بن شرف. جامع الأصول في أحاديث الرسول. جلد 4، صفحہ 189. دار إحياء التراث العربي، بيروت، 2001

ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم. مجموع الفتاوى. جلد 10، صفحہ 456. دار الكتب العلمية، بيروت، 1998

الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد. إحياء علوم الدين. جلد 3، صفحہ 312. دار المعرفة، بيروت، 2004

القحطاني، سعيد بن علي بن وهف. صدقة التطوع في الإسلام. جلد 1، صفحہ 145. مطبعة سفير، الرياض، 2005

ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر. زاد المعاد في هدي خير العباد. جلد 2، صفحہ 267. مؤسسة الرسالة، بيروت، 1994

البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين. السنن الكبرى. جلد 4، صفحہ 156. دار الكتب العلمية، بيروت، 2003

ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم. مجموع الفتاوى. جلد 28، صفحہ 341. دار الكتب العلمية، بيروت، 1998

الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد. إحياء علوم الدين. جلد 2، صفحہ 245. دار المعرفة، بيروت، 2004

النووي، يحيى بن شرف. رياض الصالحين. جلد 1، صفحہ 378. دار ابن كثير، بيروت، 1991

ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر. زاد المعاد في هدي خير العباد. جلد 3، صفحہ 189. مؤسسة الرسالة، بيروت، 1994

القحطاني، سعيد بن علي بن وهف. الصدقة في الإسلام. جلد 1، صفحہ 212. دار الوطن، الرياض، 2000